ڈاکٹر حنیف چوہدری
ریسرچ سکالر، سرائیکی ایریا سٹڈی سنٹر، جامعہ زکریا ملتان
نسیم اختر
اسٹنٹ پروفیسر، ڈیپارٹمنٹ آف سرائیکی، جامعہ ذکریا ملتان

خواجہ غلام فرید کے کلام میں تصرفات کا نیا انداز: تجزیاتی مطالعہ

As without evidence a mountain is made out of the mole similarly in the absence of hand written script of Khawaja Ghulam Farid lots of unauthorized changes are being made in his poetry. Khawaja Ghulam Farid remained alive till 1901 but even during his life cartain things were added in the text. Resultantly the poetry is losing its true spirit and style. In this article an effort has been made to critically analyse and point out various unauthorized changes and additious in the text.

جس طرح بغیر ثبوت بات کا بتنگڑ بن جاتا ہے۔ اسی طرح خواجہ غلام فریدؒ کا قلمی نسخہ نہ ملنے کی وجہ سے ان کے کلام میں تصرفات کی بھرمار ہو رہی ہے۔ خواجہ غلام فریدؒ 1901ء تک زندہ رہے ان کی زندگی میں بھی الحاق شامل ہوتا رہا۔ جس کے نتیجے میں کلام کی روح گم ہو رہی ہے اور اسلوب مرتا جا رہا ہے۔ اس مقالے میں تصرفات اور الحاقیت کی تحقیقی انداز میں نشاندہی کی گئی ہے۔

تحقیق عربی زبان کا لفظ ہے جو ''حق'' سے مشتق ہے۔ جس کے معنی ہیں سچائی تلاش کرنا۔ حق ثابت کرنا، دریافت کرنا وغیرہ ۔(۱) ڈاکٹر سید عبد اللہ نے تحقیق کے لغوی معنی ''کسی شے کے حقیقت کو جانچنا'' دیئے ہیں ۔ (۲) ڈاکٹر گیان چند کے نزدیک تحقیق کسی امر کو اصلی شکل میں دیکھنے کا نام ہے اور حقیقت پنہاں کو افشاء کرنے کا باضابطہ عمل ہے۔(۳) مختصراً یہ کہا جا سکتا ہے کہ حقائق کی دریافت، باز یافت اور چھان بین کرنے کے عمل کو تحقیق کہا جاتا ہے ۔ یعنی اس متن کی بازیافت کرنا ہے جو مصنف نے لکھا تھا یا وہ لکھنا چاہتا تھا۔ یہ عین ممکن ہے کہ شعری متن میں بعض الفاظ اصلاح طلب ہوں یا انہیں بہتر الفاظ سے بدلا جا سکے لیکن متنی نقاد کو متن میں کسی بھی طرح کی اصلاح یا نظم کے کسی حصے کو بہتر بنانے کا حق نہیں ہے۔ اس کا کام متن کو اس کی اصل حالت میں پیش کرنا ہے۔ تحریر کی اصلاح یا اسے بہتر بنانے کا کام استاد کا ہے متنی نقاد کا نہیں ۔ (۴) تنقیدی اڈیشن تیار کرتے وقت ''متنی نقاد کو اپنی خوش ذوقی، ذوق سخن، یا علمیت کے اظہار کا حق نہیں'' اسے تو متن اس شکل میں پیش کرنا ہے جیسا کہ مصنف نے لکھا تھا یا کہا تھا۔

تحقیق ایک معروضی عمل ہے۔ جس میں ذاتی رائے، ذاتی پسند اور نا پسند کا قطعی عمل نہیں ہوتا۔ معروضیت کے بغیر کوئی تحقیق، تحقیق نہیں کہلا سکتی، اس کو پرکھنے کے لیے ذیل کے اصولوں کو اپنانا پڑتا ہے۔

۱۔ سند، روایات پر مبنی نہ ہو　　　۲۔ بلا استدلال کوئی سند تسلیم نہیں ہوتی
۳۔ عام فہم اور لوگوں کے ''خیالات'' تحقیقی آلات نہیں ہوتے　　　۴۔ محض کسی کا حوالہ بھی سند نہیں بنتا
۵۔ تنقید ادبی ہو یا متنی، دونوں سائنس ہیں
۶۔ متنی تنقید کے اصول نہیں بدلتے، بلکہ سائنٹیفک بنانے کا اضافہ جائز ہے۔
۷۔ متنی تنقید کا کام مشین کا سا ہوتا ہے جو بندھے ٹکے ضابطوں کے تحت کام کرتی ہے۔

۸۔ اچھے یا بُرے کی بنیاد پر متن میں تبدیلی کا حق متنی نقاد کو نہیں ہوتا

۹۔ ملکی تاریخ، مختلف فنون اور لوک ادب پر گہری نظر ضروری ہے

ان اصولاں کی بنیاد پر دیوانِ فرید باتحقیق (۵) کا تقابلی مطالعہ خواجہ غلام فرید کے دستخطی نسخے سے کرنے کا ارادہ کیا تو پتہ چلا کہ متنی نقاد نے بیس سے زائد قلمی نسخوں کو بنیاد بنایا ہے۔ جو مذکورہ اصولوں کے منافی ہے۔ انہوں نے دو جگہوں پر دبے دبے لفظوں میں اظہار کیا ہے کہ خواجہ غلام فرید نے اپنے دیوان کو خود لکھا ہے یا خود ملاحظہ کیا ہے۔ متنی نقاد نے یوں اشارہ دیا ہے۔

> ''کافی نمبر ۴۸ کی موجودگی خود حضرت خواجہ فرید کے دستِ مبارک سے ہوئی کیونکہ دیوان کو ترتیب انہوں نے خود دیا تھا'' کافی نمبر ۴۸، ص: ۱۴۷

دوسری جگہ یوں تحریر ہے۔

> ''کلام فرید کی خود خواجہ فرید کے ہاتھوں اولین کتابت سے لے کر نقل نویسوں، پیشہ ور کاتبوں بزعم خود مصلحین، محافظین اور شارحینِ کلام فرید کے ہاتھوں نقل در نقل کے دوران کیا بیتی'' (کافی نمبر ۲۵۹، ص: ۲۹۳)

حالانکہ مذکورہ اصولوں اور ضابطوں کے مطابق خواجہ غلام فرید کے دستخطی نسخے یا خود لکھوائے گئے نظر ثانی شدہ ایک نسخہ کو سند بنانا چاہیے تھا تاکہ خواجہ فرید کا اصل کلام باز یافت ہو سکے۔ مگر متنی نقاد نے خود ساختہ ضابطوں اور اصولوں کو اس طرح اپنایا ہے۔

☆ کچھ قلمی نسخہ جات میں ''فریدن'' لکھا گیا ہے جس کے بعد میں نے اصلاح کر کے ''فریدا'' کر دیا ہے۔ کافی نمبر ۱۵، ص: ۱۰۴

☆ ہم نے معتبر قلمی نسخہ جات اور چولستانی پس منظر کی تصدیق کی وجہ سے ''ڈتونی جھوکاں'' کو مناسب سمجھا ہے۔ کافی نمبر ۳۴، ص: ۶۵

☆ ہم نے دلائل کی روشنی میں ''بھرمایُو'' کو مناسب سمجھا ہے اور درست قرار دیا ہے۔ کافی نمبر ۳۴، ص: ۱۰۴

☆ ہماری تحقیق کے مطابق یہاں ''ڈکھے'' مناسب لفظ ہے۔ کافی نمبر ۳۵، ص: ۱۰۸

☆ مناسب یہ تھا کہ یہاں ''ڈترس'' کی جگہ ''ڈترم'' ہوتا۔ ''ڈترس'' کو ''ڈترم'' کرنے کا فیصلہ قطعی انفرادی ہے۔ اس میں ہمیں کسی قلمی یا مطبوعہ نسخے کی تائید حاصل نہیں۔ کافی نمبر ۳۹، ص: ۱۱۹

☆ بہابلی، باہہ بیلی، بھہ بیلی، بانھ پیلی، بھاں بیلی وغیرہ ہماری نظر میں تمام شکلیں درست نہیں اور معانی بھی درست نہیں۔ کافی نمبر ۴۶، ص: ۱۴۲

☆ ایسے الفاظ جو آپس میں مختلف تھے ان میں سے کسی مناسب لفظ کا تعین، فیصلہ، اطلاق اپنی ترجیحات کے مطابق، ص: ۵ دیباچہ

☆ معتبر لوگوں نے لفظ ''سُول'' لکھا ہے، ہم نے ''سوز'' کو ترجیح دی ہے۔ کافی نمبر ۴۹، ص: ۱۵۰

☆ ہماری تحقیق کے مطابق ''عین حضور'' کے حق میں دلائل (یعنی لوگوں کے دلائل) قوی ہیں۔ اس لیے اس کو ایسے ہی رہنے دیا گیا ہے۔ کافی نمبر ۵۲، ص: ۱۵۶

☆ ہم نے مولانا برخوردار کی رائے کو ترجیح دی ہے۔ کافی نمبر ۵۵، ص: ۱۶۳

☆ ڈاکٹر مہر عبدالحق نے اپنی طرف سے دو لفظ ''مِل ہِن'' بڑھا دیئے ہیں۔ قیس فریدی نے اسے ''آمل سانول ماہی وویار'' کر دیا جو مناسب لگتا ہے کسی بھی سند نہ ہونے کے ہم نے بھی اسی کو اختیار کیا۔ کافی نمبر ۵۵، ص: ۱۶۳

☆ ''مارگ'' کے یہ معانی ہم نے ڈکشنریوں کی مدد سے نہیں ''تھری لوگوں'' سے مل کر دریافت کئے ہیں۔ کافی نمبر ۶۳، ص: ۱۸۶

☆ ہمارے علم کے مطابق اگر گزشتہ اور موجودہ تین دواوین کے شارحین ''تصرف اشعار'' کے اصول کو کام میں لاتے تو یہ

معاملہ خود دیوانِ فرید ہی سے حل ہوسکتا تھا۔ کافی نمبر ۷۰،ص:۲۰۴

☆ ڈاکٹر مہر عبدالحق نے لفظ تبدیل کر دیا ہے اور ''فرید'' کی جگہ ''فریدن'' کر کے ''نہ'' حذف کر دیا ہے۔ ہماری نظر میں یہ ایک مناسب ترین حل ہے۔ ہم نے بھی اسی کو اختیار کیا ہے۔ کافی نمبر ۷۳،ص:۲۱۳

☆ ہمارا اجتہاد صرف ایک لفظ کی حد تک ہی ہے کہ ہم نے صرف ایک لفظ ''سہاگ'' یا ''سبھاگ'' کو ''کبھاگ'' (بدقسمتی) کر دیا ہے اس طرح بغیر کسی توڑ پھوڑ کے مضمون درست ہو جاتا ہے۔ کافی نمبر ۸۷،ص:۲۴۹

☆ قلمی اور مطبوعہ نسخہ جات میں اور بھی کئی غلطیاں موجود ہیں جن کی نشان دہی کے بغیر ہم نے انہیں درست کر دیا ہے۔ کافی نمبر ۹۷،ص:۲۷۵

☆ ایک طرفہ بات ہے کہ مذکورہ بالا جو متن مفہوم ہم نے طے کیا ہے مولانا عزیز الرحمٰن نے بھی یہی کیا ہے لیکن ان کا ترجمہ ان کے طے کردہ متن کے مطابق نہیں۔ کافی نمبر ۱۲۲،ص:۳۴۶

☆ ہم نے اس فیصلے سے پہلے سرائیکی وسیب کی متعدد اطراف کے احباب سے تحقیق کر کے اس بات کی تصدیق کر لی ہے۔ کافی نمبر ۱۲۳،ص:۳۴۸

☆ ''کھیڑے بھیڑے'' کی جگہ ''بھیڑے کھیڑے'' کر دیا جائے تو یہ فنی نقص خود خواجہ غلام فرید کے اپنے ہی لفظ سے درست ہوسکتا ہے۔ یہ ہمارا یقین ہے۔ کافی نمبر ۱۲۵،ص:۳۵۶

☆ ہم نے اسے دو معتبر افراد کی شہادت سے ''راہ'' لکھ دیا ہے۔ کافی نمبر ۱۲۶،ص:۳۵۸

☆ مولانا ''نبھاؤ'' نے ''عشق گواہی'' لکھ کر اس کی اصلاح ''فاش گواہی'' سے کر دی ہے۔ کافی نمبر ۱۳۴،ص: ۳۷۶

☆ جن قارئین کو ہمارے موقف سے اتفاق نہ ہو وہ متبادل لفظ لا سکتے ہیں۔ کافی نمبر ۱۳۴،ص:۳۷۷

☆ لفظ ''ماری'' سے زیادہ مناسب ''ماراں'' تھا۔ اگر ''ماراں'' کر دیا جائے تو آخری مصرعہ کی حد تک مسئلہ سلجھ جاتا ہے۔ کافی نمبر ۱۳۵۔ص:۳۸۰

☆ ہم نے اس پر مکمل تحقیق اور سوچ بچار کے بعد اس کی ''دی'' کی بجائے ''دے'' ہونا طے کیا ہے۔ کافی نمبر ۱۳۸،ص: ۳۸۸

☆ جیسا کہ ہم نے کیا ہے کہ اسے ''رت پیون شراب مدام ہویا'' کر دیا ہے اور نچلے مصرعے کے آدھے حصہ کو اوپر والے آدھے مصرعے سے جوڑ کر ''رت پیون شرب مدام ہویا'' کر دیا ہے۔ کافی نمبر ۱۴۱،ص:۳۹۵

☆ اس طرح ہم نے تمام قلمی نسخہ جات سے ہٹ کر مولانا نبھاؤ کے ایک نسخہ میں اصلاح کو ترجیح دی ہے۔ کافی نمبر ۱۴۱،ص: ۳۹۶

☆ مولانا نبھاؤ نے شروع میں ''جھرتا دے'' لکھا ہے لیکن بعد ازاں اسے ''جیڑا'' بنا دیا ان کی تصیح بہت اہم ہوتی ہے۔ کافی نمبر ۱۴۲،ص:۳۹۹

☆ ہم نے ''ڈکھے'' کی بجائے ''ڈکھڑے'' کو ترجیح دی ہے۔ کافی نمبر ۱۴۳

☆ مہر عبدالحق نے اس میں دو اضافے کئے ہیں۔ ''کے'' اور ''ول''۔ کافی نمبر ۱۴۳،ص:۴۰۲

☆ بلا امتیاز تمام قلمی نسخہ جات میں ''غم فرید'' لکھا ہے۔ کسی مطبوعہ نسخے میں یہ ''درد فرید'' کی شکل میں ہماری نظر سے گزرا ہے ہم نے بھی اسے ''درد فرید'' لکھنا مناسب سمجھا ہے۔ کافی نمبر ۱۴۳،ص:۴۰۳

☆ مولانا نبھاؤ نے قلمی نسخہ نمبر 1 میں ''نگری ملک پرایا'' لکھ کر اس کی تصیح ''نگری دیس پرایا'' سے کی ہے جسے ہم نے بھی اپنایا ہے۔ کافی نمبر ۱۵۲،ص:۴۲۱

☆ ہمیں اس کافی نمبر ۱۵۸ کے متن سے اتفاق نہیں۔ کافی نمبر ۱۵۸،ص:۴۳۶

☆ ہم نے دیوانِ فرید کے کئی الفاظ (کا مفہوم جاننے) کے لیے مہینوں چولستان میں گزارے۔ تب جا کر کسی چیز کا حتمی

یقین کیا۔کافی نمبر۱۷۲،ص:۴۷۴

☆ مولانا نبھاؤ اور مولانا برخوردار نے ''جڈاں عاشق'' لکھ کر اس کی تصیح ''جڑ عاشق'' سے کی ہے۔کافی نمبر۱۷۳،ص:۴۷۸

☆ اس کافی میں دو تین معمولی نوعیت کی غلطیاں تھیں جنہیں ہم نے درست کر دیا ہے۔کافی نمبر۱۷۸،ص:۴۹۲

☆ مصرعہ کی اس طرح درستی پر ہمیں سوفی صد یقین ہے۔کافی نمبر۱۸۶،ص:۵۱۹

☆ ہمارے خیال کے مطابق ''ساڑیں سولیں'' زیادہ مناسب ہے۔کافی نمبر۱۹۱،ص: ۵۷۵

☆ کچھ الفاظ ہم نے بغیر ظاہر کئے بھی اپنے طور پر درست کر دیئے ہیں۔کافی نمبر۲۱۰،ص: ۵۷۵

☆ لیکن اس لفظ کو تبدیل کوئی بھی نہ کر سکا۔ڈاکٹر مہر عبدالحق نے ''جرأت رندانہ'' کا مظاہرہ کرتے ہوئے اس (آسائش) کی جگہ لفظ ''سکھڑا'' کر دیا ہے۔جو شعر کو قدرے باوزن کر دیتا ہے۔کافی ۲۱۱،ص: ۵۷۷

☆ اس کافی کے کئی الفاظ تبدیل شدہ ہیں۔جنہیں ہم نے معتبر قلمی نسخہ جات کی روشنی میں درست کر دیا ہے۔کافی نمبر ۲۱۷، ص:۵۹۱

☆ ہر جگہ ''گاج دے'' لکھا ہے۔اسے ہم اپنی طرف سے ''گاجیں دے'' کر رہے ہیں۔کافی نمبر۲۲۱،ص: ۶۰۱

☆ تمام قلمی نسخہ جات میں ''ول جدل موڑ'' ہے۔اسے ہم نے ''جلدی موڑ'' کر دیا ہے۔کافی نمبر۲۲۱،ص:۶۰۱

☆ ہم نہایت اعتماد کے ساتھ عرض کر سکتے ہیں کہ یہاں لفظ ''ہن'' نہیں بلکہ ''ہیں'' بھی ''اس'' ہے۔اسے ''ہن'' لکھنے والے عرض کر سکتے ہیں کہ یہاں لفظ ''ہن'' نہیں بلکہ ''ہیں'' کی غلطی کی توقع نہیں رکھتے۔کافی نمبر۲۵۶،ص:۶۸۲

متنی نقاد نے مجوزہ مستند اصولوں اور ضابطوں کو نظر انداز کرتے ہوئے خود ساختہ اصولوں کو بنیاد بنایا ہے اور دعویٰ کیا ہے کہ ''ہمارا فرمایا ہوا سند ہے'' انہوں نے بیشتر لفظوں اور مصرعوں کے بارے میں یوں لکھا ہے۔''یہ لفظ غلط ہے، یہ شعر نادرست ہے۔ہم اس سے اتفاق نہیں کرتے وغیرہ وغیرہ'' حیرت کی بات ہے کہ جب متنی نقاد کے سامنے خواجہ غلام فرید کا دستخطی نسخہ، نظر ثانی شدہ یا لکھوایا ہوا کلام ہے ہی نہیں تو تمام قلمی نسخوں کی تقابلی اہمیت کیا درجہ رکھتی ہے۔جب کوئی ایک ماخذ ہی نہیں تو پھر دوسروں کے قلمی نسخوں پر کیسے انگلی رکھی جا سکتی ہے۔متنی نقاد نے خواجہ غلام فرید کے ایک شعر میں جو خود تصرف کیا ہے۔وہ ملاحظہ کریں۔پہلے خواجہ صاحب کا مصرعہ دیکھیں:

میں تے یار فرید منیسوں، رَل مل تخت بھنبھور

اب تصرف ملاحظہ کریں۔

میں تے یار فرید منیسوں رَل مِل تخت لہور

خواجہ غلام فرید نے سسی اور پنوں کی تلمیح استعمال کرتے ہوئے شہر بھنبور لکھا ہے۔جس کو ''کسی وجہ'' سے دانستہ ''تخت لہور'' بنا دیا گیا۔جو ادبی بددیانتی کے زمرے میں آتا ہے۔لطف کی بات یہ ہے متنی نقاد نے ہر دوسرے تیسرے شعر میں ''وزن کی شکست'' کا ذکر بھی کیا ہے۔اس کافی کا قافیہ اس طرح ہے۔

''ٹور، نکور، کمزور، ڈور، چور، زور، بھنبھور''

جبکہ ل زبر لا، ہو،ز موقوف لاہور رلہور بنتا ہے۔یہاں بھی تو قافیے کی ''شکست'' ہوئی ہے۔اس کا ذکر نہیں کیا گیا۔پھر لاہور رلہور کے ساتھ کوئی بھی لوک داستان وابستہ نہیں ہے۔کیا ایسا کر کے خواجہ غلام فرید کی علمی فضیلت کو خدانخواستہ کمتر کرنا تو مقصود نہیں۔کیونکہ دبیر الملک مولانا عزیز الرحمٰن نے 1944ء میں نواب آف بہاولپور کی زیر سرپرستی اپنے مرشد خواجہ غلام فرید کا جو دیوان شائع کیا تھا۔اس میں بھی ''تخت بھنبھور'' موجود ہے۔متنی نقاد نے اپنے اس تصرف کو جائز قرار دینے کے لیے ان مہمل لفظوں کا سہارا لیا ہے۔

’’تمام معتبر قلمی نسخہ جات میں تخت لاہور/لہور ہے کچھ متاثرین کے پاس اور مطبوعہ نسخہ جات میں شہر بھنبور لکھا گیا ہے۔ مولانا برخوردار، مولانا نبھاؤ، مولانا فقیر اللہ، صوفی قادر بخش کھوکھر، نبی بخش مرکنڈانے ’’تخت لہور‘‘ لکھا ہے قادر بخش کھوکھر نے پہلے ’’شہر بھنبھور لکھا پھر (کسی نے) اسے کاٹ کر ’’تخت لہور‘‘ کیا۔ یہ تمام لوگ حجت ہیں۔ ان سے ہٹ کر قلمی نسخہ جات کے کاتبوں میں سے پیر بخش، فقیر برخوردار، مولانا مداد داجلی، اور جملہ مطبوعہ نسخہ جات کا موقف ’شہر بھنبھور‘ کے حق میں ہے۔‘‘ (۶)

ایک اور جگہ دبے دبے لفظوں میں اقرار بھی کیا ہے۔ لیکن ہمارے نزدیک کوئی مضمون تلاش کرنا بنیادی مسئلہ نہیں۔ دیوانِ فرید کا متن درست کرنا ہے۔ کافی نمبر ۶۸ ص: ۱۹۸۔ اس کے ساتھ ساتھ انہوں نے درجنوں کافیوں میں الفاظ تبدیل کئے ہیں اور درجنوں میں اضافے کئے ہیں۔ دیباچہ کے صفحہ سترہ پر اس کی یوں تصدیق کی ہے۔ ’’کسی خاص مقام پر ہم نے کسی بھی قلمی یا مطبوعہ نسخہ کی رائے پر خود اپنی رائے کو فوقیت دی ہے۔‘‘ ان کی اپنی رائے کی فوقیت کی مثالیں ذیل میں دی جا رہی ہیں۔ جہاں انہوں نے بغیر خواجہ غلام فرید کے قلمی نسخے کو ماخذ بنائے الفاظ کو تبدیل کر دیا۔

دبیر الملک عزیز الرحمٰن کا مرتبہ دیوان: مصرعہ	کافی نمبر	دیوان فرید بالتحقیق: مصرعہ	کافی نمبر
کربلا وچ تیغ چلا کر	۵	کربِ بلا میں تیغ چلا کر	۴۲
کِتھے آدم تے کِتھے شیث نبیؑ	۳	کِتھے آدم تے کِتھے شیث بنٗے	۳۷

اس کافی میں جہاں جہاں بھی لفظ ’’نبیؑ‘‘ آیا ہے، متنی نقاد نے وہاں لفظ ’’بنٗے‘‘ لکھ دیا ہے۔

دبیر الملک عزیز الرحمٰن کا مرتبہ دیوان: مصرعہ	کافی نمبر	دیوان فرید بالتحقیق: مصرعہ	کافی نمبر
گُل وچ گُل شئے ظاہر ہے	۳	گُل شئے وچ گُل شئے ظاہر ہے	۳۸
ظاہر گجھ سبھ کجھ دے لائق	۲	ظاہر گجھ سبھ گجھ دے لائق	۳۵
سندھ پنجاب دا راجا	۹	ملک پنجاب دا راجا	۵۱
توں باجھ تھئے سُنج ویڑھے وویار	۴۱	تیئں باجھ تھئے سنج ویڑھے وویار	۱۲۴
واقف ساڈے درد دلیں دا	۴۱	باعث ساڈے درد دلیں دا	۱۲۴
درد اندوہ تے سول ہزاراں	۴۹	درد اندوہ تے سوز ہزاراں	۱۴۸
مل سانول ماہی وویار	۵۵	آ مل سانول ماہی وویار	۱۶۱
جتھ ٹھلڑا جتھ دربوں ہے یار	۴۲	جتھ تھلڑا دربوں ہے یار	۱۲۷
اُتھ ہر ویلے لدبھوں ہے یار	۴۲	اُتھ ہر ویلھے لدبوں ہے یار	۱۲۷
بٹھ ماڑیوں ائیں محلات جا گھر	۷۳	بٹھ ماریوں ایں محلات جا گھر	۱۸۲
آہن مٹ فرید جا ماروں تھر	۶۲	آھے مرگ فرید جا ماڑو تھر	۱۸۲
تِر گھٹ جمنا ترپھٹ ناؤں	۷۰	تِر گھٹ جمنا تیرتھ ناوں	۲۰۳
یار فرید نہ وسرم مشکل محض محال	۷۳	یار فریدن وسرم مشکل محض مھال	۲۱۲
آئے بھاگ سبھاگ سدھائے	۸۷	آئے بھاگ کبھاگ سدھائے	۲۴۷
جڈاں عاشقاں بدھیاں کُمراں	۱۷۴	جڈاں عاشق بدھیاں کمراں	۴۷۷
چڑ کیتی برہوں چھول مُٹھی	۱۷۶	چڑکیتے برہوں چبول مُٹھی	۴۸۲
کِتھے گمراہ ہوں کِتھے رہبر ہوں	۸۸	کتھے گمرہ ہوں کِتھے رہبر ہوں	۲۵۰
دل ونج دلبر دے ساتھ رلی	۲۱۳	دِل ونج دلبر دے نال رلی	۵۸۱
ہک پیا جِتے ہک پیا ہارے	۱۸۰	ہک پیا جِتے بیا پیا ہارے	۴۹۷

بھید انوکھے پنتھ اوبڑے	۱۱۹	بید انوکھے پنتھ اوبڑے	۳۳۵
لطف ازل دا ویلا آیا	۱۱۹	لطف ازل دا ویلھا آیا	۳۳۵
واہ حضرتِ عشق مجازی	۲۶۳	وہ حضرت عشق مجازی	۷۰۵
جو ہر نفس مقدس طاہر	۲۲۴	جو ہے نفس مقدس طاہر	۶۰۵
گانے سہرے گہنے بھل گئے	۱۷۶	گانے سیرھے گاہنے پھُل گئے	۴۸۶
گھر در جاہ ٹکانے بھل گئے	۱۷۶	گھر در جاہ ٹکانے رل گئے	۴۸۶
ما پیو بھاواں مول نہ بھاواں	۱۷۶	ما پیو بھایاں مول نہ بھانواں	۴۸۵
تھیندے ونج وپار	۱۹۰	ٹھہندے ونج وپار	۵۲۷
اونگاں بونگ اٹھن بدلیں	۱۹۱	اونگاں بونگ اٹھم بدلیں	۵۳۰
نہ پار نہ اڑوار ہے اوکھی اڑاہیں اڑی	۲۲۱	نہ پار ہے نہ اروار ہے اوکھیں اڑاڑیں اڑی	۵۷۶
ہم سنگتی سارے کھوٹے	۲۴۱	ہم سنگت سارے کھوٹے	۵۸۳
سے واقعے فاقے گھالے	۲۴۱	سے ویقے ناقے گھالے	۵۸۳
پربت دھاراں غم دیاں ماراں	۲۱۵	پربھت دھاراں غم دیاں ماراں	۵۸۵
دین جرم گیا دیر دھرم گیا	۲۱۵	دین جرم گیا دیر حرم گیا	۵۸۵
تتڑی والی ڈکھڑے گھاتے	۲۱۵	تتڑی واٹے ڈکھڑے گھاٹے	۵۸۵
سے پور دڈکھاں دے پل پل	۲۱۶	سے پور ڈکھاں دے ول ول	۵۸۵
ہر جا اس دا عین ظہورے	۲۱۷	ہر جا اس دا عین حضورے	۵۹۱
ظلمت بھی سبھ نور حضورے	۲۱۷	ظلمت بھی سبھ نور ظہورے	۵۹۱
جھوک نوں آن وسائے	۲۱۸	جھوک کون آن سُہائے	۵۹۳
ساڈے آن ملھائے	۲۱۸	ساڈے سانگ ملھائے	۵۹۳
سکدے عمر گزار ڈتوسے	۲۱۹	روندئیں عمر گزار ڈتوسے	۵۹۶
یار دی خبر نہ کائی	۲۲۰	یار دی خبر نہ آئی	۵۹۸
فخر الدین مِٹھل دے عشقوں	۲۲۰	فخرالدین متھل دے شوقوں	۵۹۸
چودھار گل گلزار وے	۲۲۱	چودھاروں گل گلزار وے	۶۰۰
کتھے کھمنی دے لسکار وے	۲۲۱	کتھ کھمن دے لشکار وے	۶۰۰
دکھ سول تاں وپار وے	۲۲۱	ڈکھ سولیں نال وپار وے	۶۰۰
ول جلد موڑ مہار وے	۲۲۱	ول جلدی موڑ مہار وے	۶۰۰
تڑپھت تڑپھت این بہاوے	۲۲۳	ترپھت ترپھت ایں بہاوے	۶۰۴
چھتیاں دھڑکت جیارا لرجت	۲۲۳	چھتیاں دھڑکت جیارا لرجت	۶۰۴
انگ ڈھنگ رس راند رچاوے	۲۲۳	رنگ ڈھنگ اس راند رچاوے	۶۰۴
دل دلدار تے دل دا جانی	۲۲۴	دل دلدار تے دل دلجانی	۶۰۵
لگ چھپ بھید دا ڈسدا ڈھولا ماہی	۲۲۶	لک چھپ بھیت نہ ڈسدا ڈھولا ماہی	۶۱۰
ہنجھڑوں مینہ برسدا ڈھولا ماہی	۲۲۶	ہنجڑوں برسدا ڈھولا ماہی	۶۱۱
رسم رسالت ڈسدا ڈھولا ماہی	۲۲۶	رسم رسالت رسدا ڈھولا ماہی	۶۱۰

سجن سدا سیاں ساتھ وسن	۲۲۷	سجن سدھائے وے میاں ساتھ وسن	۶۱۲
کنیں پوم توارے	۲۲۷	کنیں پوم تنوارے	۶۱۲
چھندی جھوکاں سہندی نوکاں	۲۲۷	چھندی جھوکاں سہندی چوکاں	۶۱۲
ہک کلڑی بئ پیت کللڑی وے	۲۲۸	ہک کلھڑی بئ پیت کللڑی وے	۶۱۵
رتی رتی من من وے	۲۲۸	رتی وو رتی من من وے	۶۱۵
گئی فرحت شادیاں ہٹیاں	۲۳۰	گئی فرحت شادیاں گھٹیاں	۶۱۹
مُکھ سمن سدھایم	۲۳۲	مُکھ دا سمن سدھائم	۶۲۳
لانی پھوگ پھلاری واہ واہ	۲۳۳	لالی پھوگ پھلاریئے وہ وہ	۶۲۵
کئیں نوں ڈکھ دی گالھ سناواں	۲۳۴	کیویں ڈکھ دی گالھ سنانواں	۶۲۸
ایہہ بیکار فرید نہ بھایا	۲۳۴	اے بے کار فرید نبھایا	۶۲۸
شالا پا کے پھیرا پچھے حال او میرا	۲۳۵	شالا پا کے پھیرا پچھے حال میرا	۶۳۰
سٹ باندی بردی تھیساں باندی بردی	۲۳۵	سٹ باندی بردی تھیساں پاندھی بردی	۶۳۰
اوکھڑا حال اولڑے دل دا	۲۳۶	حال اولڑا اوکھڑی دل دا	۶۳۲
کنیں بندے گل چپ ماھاں	۲۳۷	کنیں کنیں بندے گل جھپ ماھاں	۶۳۴
نیس داغ قہر دے	۲۴۰	نیساں داغ قبر دے	۶۴۰
غم سکڑے بھائی	۲۴۱	غم ہن سکڑے بھائی	۲۴۲
سینیں بھینیں وین الاوم	۲۴۱	سینیں بھینیں وین الانون	۲۴۲
رنگ رنگ وچ ہے پیڑ	۲۴۲	رگ رگ میں ہے پیڑ	۲۴۷
درد میانی کشف معانی	۲۴۶	درک مبانی کشف معانی	۶۵۶
مُٹھی ریت انوکھی راندے	۲۴۸	مٹھی ریت انوکھی ایہا راندے	۶۶۰
پیت سوا بئ ریت نہ کائی	۲۵۱	پیت جہیں بئ ریت نہ کائی	۶۶۸
ڈے کن تے سئیں ڈکھ پیڑ میڈی	۲۵۵	ڈے کن سئیں سئیں ڈکھ پیڑ میڈی	۶۷۷
دھانہہ دھانہہ کریندے آئے بڈھپے	۲۵۵	ڈاہ ڈاہ کریندے آئے بڈھپے	۶۷۸

مذکورہ تصرفات، تلبیسیت اور الفاظ کے در وبست میں تبدیلی سے خواجہ غلام فرید کا کلام پس پشت چلا گیا اور اسلوب جاتا رہا۔ جب خواجہ غلام فرید کی شاعری 1883ء تک مکمل ہو چکی تھی اور دیوان انہوں نے خود ترتیب دیا تھا تو اس دیوان کو ماخذ بنانا چاہیے تھا۔ متنی نقاد کے اس انکشاف نے اور بھی کئی سوالات کو جنم دیا ہے کہ ''ہماری اب تک کی تلاش کے مطابق خواجہ غلام فرید کے اپنے ہاتھ کا لکھا ہوا دیوان تو کیا ایک شعر بھی دستیاب نہیں ہوا (ص:۲۲) اگر ایسا ہے تو پھر متنی نقاد نے بغیر سند ر ماخذ کے تحقیق کیا کی؟ خواجہ غلام فرید کے اسلوب کا تعین کیسے ہوا؟ خواجہ غلام فرید کی زندگی میں تین بار کلام طبع ہوا۔

ا۔ 1880ء مجموعہ کافیاں خواجہ غلام فرید مطبع قادر لاہور

۲۔ 1881ء مثنوی معدنِ عشق مطبع گلزار لکھنؤ

۳۔ 1890ء مجموعہ کافیاں خواجہ غلام فرید ایٹم پریس، لاہور

تو کیا وہ مطبوعہ دیوان رکلیات خواجہ غلام فرید کی نظر سے گزرے۔ اگر گزرے تو ان ہی کو سند کا درجہ دے کر تحقیق کی جا سکتی تھی۔ اسی کا نام باز یافت ہے، تحقیق ہے۔ یہ لکھنا کہ ''ہماری تحقیق کے مطابق یہ درست ہے یا غلط'' تحقیق نہیں مناظرہ

ہے۔ تحقیق ایک فن ہے تحقیق کا فن ، تعمیر کا فن جیسے ٹیلرنگ کا فن، ہر شخص ٹیلرنگ نہیں کر سکتا۔ اس کے اصول اور ضوابط ہیں۔ تحقیق اور مناظرے میں بڑا فرق ہے۔ تحقیق میں ماخذ/سند کا مطالعہ کر کے نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے۔ مناظرہ اپنی رائے پر قائم رہنے پر اصرار کرتا ہے۔ محقق لوگوں کی سنی سنائی باتوں یا اپنی ذاتی رائے کو زیر بحث نہیں لاتا۔ تحقیق غیر شخصی ہوتی ہے اور تنقید شخصی رائے کا اظہار ہوتی ہے۔

روایت اور درائیت کا کام وہاں شروع ہوتا ہے جہاں پہلے سے مصدقہ ثبوت موجود نہ ہوں۔ ''خواجہ فرید نے دیوان خود ترتیب دیا'' ان کے لیے روایت اور درایت سے کام لینا چہ معنی؟ سرکارِ دو عالمﷺ کے فرمودات قلم بند نہ تھے۔ جس وجہ سے آپﷺ کے فرمودات میں تضاوت کا خدشہ پیدا ہو گیا۔ آپؐ کے وصال کے دو سو سال بعد روایت اور درایت کے اصول وضع کر کے احادیث جمع کی گئیں۔ خواجہ صاحب نے اپنی زندگی میں اپنا کلام (بقول متنی نقاد کے) خود ترتیب دیا۔ پھر یہ بھی بتایا گیا کہ دیوان فرید تحریری شکل میں 1883ء میں مکمل ہو چکا تھا (ص:۲۹۹) تو پھر روایت اور درایت کی ضرورت نہیں رہی۔

جہاں تک کلام کی تفہیم کا تعلق ہے تو خواجہ غلام فرید کے کلام میں کوئی ابہام نہیں۔ انہوں نے اپنے کلام میں مستعمل زبان اور روزمرہ استعمال کیا ہے۔ انہوں نے عربی، فارسی، سندھی، سرائیکی، پنجابی اور ہندی کے علاوہ کوئی اور زبان استعمال نہیں کی۔ جس کے لیے ڈکشنریوں کی ورق گردانی کرنا پڑے یا روہی جا کر لوگوں سے الفاظ کے معنی دریافت کرنا پڑیں۔

یہ بات بھی لایعنی نظر آتی ہے کہ جب 1880ء میں خواجہ صاحب کا دیوان طبع ہو کر عام ہو گیا تو پھر قلمی نسخہ جات کی شکل پذیری کی ضرورت ہی نہیں رہتی ۔ ہاں اگر طباعت کا مسئلہ حل نہ ہوتا تو پھر قلمی نسخہ جات کی اہمیت دو چند ہو جاتی ۔ یہ سلسلہ ''باتحقیق'' کے پردے میں جاری رہا تو یقیناً خواجہ غلام فرید کے دیوان کی ضخامت تو بڑھ جائے گی مگر کلام فریدؔ کی اصل روح گم ہو جائے گی۔ اس پر غور کی ضرورت ہے۔

☆☆☆

حواشی

....

۱۔ فاضل لکھنوی، مرتضیٰ حسین، سید، نسیم اللغات، لاہور، کراچی، 1961ء، شیخ غلام علی اینڈ سنز پبلشرز، ص: 348
۲۔ عبداللہ، سید، تحقیق کا علمی پہلو، لاہور، 1990ء، نقوش پرنٹنگ پریس، ص:95
۳۔ گیان چند، ڈاکٹر، تحقیق کا فن، اسلام آباد، 2002ء، مقتدرہ قومی زبان، ص:130
۴۔ خلیق انجم، متنی تنقید، کراچی، 2006ء، انجمن ترقی اردو، پاکستان، ص:245
۵۔ مجاہد جتوئی، دیوانِ فرید باتحقیق، رحیم یار خان، 2014، خواجہ فرید فاؤنڈیشن
۶۔ مجاہد جتوئی، دیوان فرید باتحقیق، کافی ۴۷، ص:145